© rasailojaraid.com

سزائے موت کی معطّلی کیوں؟

حافظ محمد ادریس

قرآن مجید میں قصاص کو انسانی زندگی کی حفاظت کا ضامن قرار دیا گیا ہے۔ قاتل کے بارے میں حکم یہی ہے کہ مقتول کے ورثا اسے قصاص میں قتل کرانا چاہیں تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ کوئی حکمران یا مجلس قانون ساز، اس بارے میں شریعت اسلامیہ کے فیصلے کو تبدیل کرنے کے مجاز نہیں ہیں۔ البتہ ورثا کا یہ حق ثابت ہے کہ وہ بغیر کسی خون بہا کے محض اللہ کی خاطر بھی معاف کر سکتے ہیں، یا خون بہا وصول کر کے جان بخشی کر سکتے ہیں، اگر وہ ان میں سے کوئی حق بھی نہ استعمال کریں تو قاتل کو مقتول کے بدلے میں قتل کر دیا جائے گا۔ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس قانون میں خون بہانے کا راستہ کھلا رکھا گیا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اس پر عمل درآمد کے نتیجے میں خون ریزی کا لامتناہی سلسلہ رک جاتا ہے۔ اگر قاتل ورثاے مقتول کی رضا کے بغیر قصاص سے بچ نکلے تو فطری طور پر متاثرہ فریق کے دل میں انتقام کا جذبہ پروان چڑھتا ہے اور پھر قتل مقاتلے کا غیر مطلوب اور تباہ کن دروازہ کھل جاتا ہے۔ جو خون ریزی ایک مجرم کو سزا دینے کی صورت میں رُک سکتی تھی وہ معاشرے میں قتل مقاتلے اور خون ریزی کا متعدی مرض یوں پھیلاتی ہے کہ بسا اوقات بیسیوں اور سیکڑوں قیمتی جانیں دونوں طرف سے اس کی بھینٹ چڑھ جاتی ہیں۔

اگر کسی معاشرے میں لاقانونیت اور بدامنی کا دور دورہ ہو اور پھر قانون قصاص بھی معطل یا منسوخ کر دیا جائے تو قاتل جری ہو جاتے ہیں اور معصوم شہری موت کا تر نوالہ بنتے چلے جاتے ہیں۔ آج یہی چیز ہم اپنے معاشرے میں دیکھ رہے ہیں۔ جن معاشروں میں قانون قصاص اپنی پوری روح کے ساتھ نافذ ہے وہاں اِکا دُکا خون ریزی تو ہوسکتی ہے مگر تھوک کے حساب سے قتل کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وارداتیں ہرگز پروان نہیں چڑھ سکتیں۔ دنیا کے تمام ممالک اور تمام اقوام کے درمیان یہ قانون موجود رہا ہے اور اس پر عمل صدیوں سے ہوتا چلا آیا ہے کیوں کہ آسمانی شرائع میں اس کے احکام کے علاوہ خود انسانی فطرت اس کا تقاضا کرتی ہے کہ یہی انصاف اور امن کا راستہ ہے۔

اب یہ اُلٹی گنگا پچھلی صدی سے مغرب کی بے خدا تہذیب میں چل نکلی کہ مظلوم سے ہمدردی کے بجائے ظالم سے ہمدردی کے جذبات اُبھارے جائیں۔ اس کے لیے مغرب کے دانش وروں سے لے کر نظام ہائے حکومت اور این جی اوز سے لے کر سرکاری ادارے اور پوری ریاستی مشینری تک اس کام میں لگ گئی کہ اپنے اس نظریۂ باطل کو حق ثابت کریں اور پوری دنیا کو باور کرائیں کہ قاتل کا خون مباح نہیں۔ پھر یہ بتایا جائے کہ آخر مقتول کا خون کیوں اور کس اصول وضابطے کے تحت مباح قرار پا سکتا ہے؟ اس کا کوئی اخلاقی وانسانی اور عقلی و منطقی جواز آج تک ثابت نہیں کیا جا سکا۔ یہ عجیب تہذیب اور ناقابلِ فہم روشن خیالی ہے کہ مظلوم کے بجائے ظالم سے ہمدردی کی جائے اور قاتل کو تحفظ فراہم کیا جائے۔ یہ تہذیب نہیں بلکہ وحشیانہ پن اور سنگ دلی کی بدترین مثال ہے۔ پھر یہی نہیں کہ ان ممالک نے اپنے ہاں یہ ظالمانہ روش رائج کر دی ہے بلکہ وہ پوری دنیا کو اس پر مجبور کر رہے ہیں کہ وہ بھی اسے اپنائیں۔ اگر نہ اپنائیں تو ان پر ہر طرح کا دباؤ ڈالا جائے کہ وہ موت کی سزا کو ختم کر دیں، دوسری صورت میں اس پورے معاشرے کو نشانۂ انتقام بنایا جائے۔

یورپین یونین کے ممالک مالی امداد کے لیے اب تیسری دنیا کے ممالک پر یہ شرط بھی عائد کر رہے ہیں کہ وہ اپنے ملک سے قانونِ قصاص ختم کریں اور سزاے موت کو منسوخ کر دیں۔ تجارتی دباؤ کے حربے بھی استعمال ہو رہے ہیں۔ دنیا کے بیش تر ممالک نے وقت کی اس رو اور پروپیگنڈے کے اس طوفان کے سامنے ہتھیار ڈال دیے ہیں اور وہاں سزاے موت منسوخ ہو چکی ہے۔ اس کے باوجود دنیا کے سب سے بڑی آبادی کے تمام مشرقی و مغربی ممالک میں اب تک سزاے موت کا قانون نافذ العمل ہے۔ ان ممالک میں چین، بھارت، امریکا، انڈونیشیا، اور جاپان شامل ہیں۔ دنیا کا اہم اور واحد ایٹمی مسلمان ملک پاکستان عجیب منافقت اور مخمصے کا شکار ہے۔ قانونِ قصاص ملک میں اب تک موجود ہے مگر اسے منسوخ کرنے کے عزائم سامنے آرہے ہیں۔ گذشتہ چھے سات سالوں سے یہ معطل ہے۔ یہ طرزِ عمل انصاف کے اصولوں کے بھی منافی ہے اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سب سے بڑی بات یہ کہ قرآن کے واضح حکم اور نص صریح کی بھی خلاف ورزی ہے جو اکبرالکبائر میں شمار ہوتا ہے۔ حضور نبی اکرمؐ نے فتح مکہ کے موقع پر جو اہم ہدایات ارشاد فرمائی تھیں ان میں ایک یہ حکم تھا کہ اگر کوئی شخص ناحق قتل کر دیا جائے تو مقتول کے ولی (ورثا) کو یہ حق ہے کہ وہ قاتل سے خون بہا وصول کر کے اسے معاف کر دیں یا اپنے مقتول کے بدلے میں اسے قتل کرنے کا مطالبہ کریں۔ (مسلم، حدیث ۲۴۹۳ روایت حضرت ابوہریرہؓ)۔ پاکستان کے حکمرانوں کو سوچنا چاہیے کہ اللہ اور اس کے رسول کے احکام سے سرتابی بلکہ بغاوت کر کے وہ کس انجام سے دوچار ہوں گے۔

اسلام کا ہر حکم پوری انسانیت کے لیے پیغام حیات ہے۔ اس میں عدل وانصاف بھی ہے اور مکمل مساوات انسانی اور غیر جانب داری کی بھی ضمانت دی گئی ہے۔ اس قانون کے ہوتے ہوئے کوئی کمزور محض اپنے وسائل کی کمی کی وجہ سے انصاف سے محروم نہیں کیا جا سکتا اور کوئی طاقت ور اپنے ذرائع و وسائل اور اثر و رسوخ کی بدولت انصاف کا گلا نہیں گھونٹ سکتا۔ اگر کسی بڑے نے جرم کیا ہے تو وہ اس کے بدلے میں ماخوذ ہوگا، چھوٹے نے کیا ہے تو وہی جواب دہ ہوگا۔ عورت اور مرد دونوں اس اصولِ انصاف کے سامنے یکساں مسئول ہیں۔

نبی مہربان صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں بالکل واضح احکام دیے ہیں۔ اسلام میں کسی انسان کا خون، خواہ وہ کافر ہو یا مسلم، مباح نہیں جب تک کہ اس نے کوئی ایسا جرم نہ کیا ہو جس پر قرآن و حدیث میں سزاے موت کا حکم دیا گیا ہو۔ علماے حق نے اس موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ خون کے مباح ہونے کی اسلام میں پانچ شرائط یا پانچ جرائم ہیں، جن کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔ ان میں سے جس جرم کا بھی ارتکاب کیا گیا ہو، جرم ثابت ہونے پر اس کی سزا موت ہے۔ اللہ نے حکم دیا ہے کہ قتل کا ہرگز ارتکاب نہ کیا جائے سوائے حق کے ساتھ۔ ''قتل نفس کا ارتکاب نہ کرو جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ۔ اور جو شخص مظلومانہ قتل کیا گیا ہو اس کے ولی کو ہم نے قصاص کے مطالبے کا حق عطا کیا ہے، پس چاہیے کہ وہ قتل میں حد سے نہ گزرے، اس کی مدد کی جائے گی''۔ (بنی اسرائیل ۱۷:۳۳)

مولانا مودودی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''(بعد میں) اسلامی قانون نے قتل بالحق کو صرف پانچ صورتوں میں محدود کر دیا: ایک قتل عمد کے مجرم سے قصاص، دوسرے دین حق کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

راستے میں مزاحمت کرنے والوں سے جنگ۔ تیسرے اسلامی نظام حکومت کو الٹنے کی سعی کرنے والوں کو سزا۔ چوتھے شادی شدہ مرد یا عورت کو ارتکابِ زنا کی سزا۔ پانچویں ارتداد کی سزا۔ صرف یہی پانچ صورتیں ہیں جن میں انسانی جان کی حرمت مرتفع ہو جاتی ہے اور اسے قتل کرنا جائز ہو جاتا ہے‘‘۔(تفہیم القرآن، ج ۲، بنی اسرائیل، حاشیہ ۳۴)

اسی طرح مقتول کے وارث یا ولی کو بھی حکم دیا گیا ہے کہ وہ حد سے تجاوز نہ کرے۔

’’اصل الفاظ ہیں’’اس کے ولی کو ہم نے سلطان عطا کیا ہے‘‘۔ سلطان سے مراد یہاں ’حجت‘ ہے جس کی بنا پر وہ قصاص کا مطالبہ کرسکتا ہے۔ اس سے اسلامی قانون کا یہ اصول نکلتا ہے کہ قتل کے مقدمے میں اصل مدعی حکومت نہیں بلکہ اولیائے مقتول ہیں، اور وہ قاتل کو معاف کرنے اور قصاص کے بجاے خون بہا لینے پر راضی ہو سکتے ہیں‘‘۔(تفہیم القرآن، ج ۲، بنی اسرائیل، حاشیہ ۳۵)

مقتول کا خاندان اور ورثا خود سے انتقام اور قصاص پر عمل نہیں کر سکتے۔ یہ ریاست اور اس کے نظام عدالت کی ذمہ داری ہے۔ مولانا مودودی تحریر فرماتے ہیں: ’’قتل میں حد سے گزرنے کی متعدد صورتیں ہوسکتی ہیں اور وہ سب ممنوع ہیں۔ مثلاً جوش انتقام میں مجرم کے علاوہ دوسروں کو قتل کرنا، یا مجرم کو عذاب دے دے کر مارنا، یا مار دینے کے بعد اس کی لاش پر غصہ نکالنا، یا خوں بہا لینے کے بعد پھر اسے قتل کرنا وغیرہ۔ چونکہ [ان آیات کے نزول] تک اسلامی حکومت قائم نہ ہوئی تھی، اس لیے اس بات کو نہیں کھولا گیا کہ اس کی مدد کون کرے گا۔ بعد میں جب اسلامی حکومت قائم ہوگئی تو یہ طے کر دیا گیا کہ اس کی مدد کرنا اس کے قبیلے یا اس کے حلیفوں کا کام نہیں بلکہ اسلامی حکومت اور اس کے نظامِ عدالت کا کام ہے۔ کوئی شخص یا گروہ بطور خود قتل کا انتقام لینے کا مجاز نہیں ہے بلکہ یہ منصب اسلامی حکومت کا ہے کہ حصولِ انصاف کے لیے اس سے مدد مانگی جائے‘‘۔(تفہیم القرآن، ج ۲، بنی اسرائیل، حاشیہ ۳۶-۳۷)

قانونِ قصاص کے خلاف جتنا بھی واویلا کیا جائے، یہ حقیقت ہے کہ ۵۸ ممالک میں آج بھی سزاے موت کا قانون موجود ہے۔ ۹۷ ممالک نے اسے قانوناً یا عملاً ختم کر دیا ہے۔ ۳۵ ممالک ایسے ہیں کہ وہاں سزاے موت کے خاتمے کا کوئی قانون منظور نہیں ہوا مگر سزاے موت پر عمل بھی ۱۰،۱۲ سال سے کبھی نہیں ہوا، یوں عملاً یہاں ممالک میں شمار ہوتے ہیں جہاں سزاے موت نہیں ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایمنسٹی انٹرنیشنل کے اعداد و شمار کے مطابق ۱۴۰ ممالک میں سزاے موت کا عمل ختم ہو چکا ہے۔ ان میں یورپین یونین کے تمام ممالک جن کی تعداد ۴۷ ہے شامل ہیں۔ ترکی واحد مسلمان ملک ہے جو ان میں شامل ہے۔ دیگر تمام مسلم ممالک میں سزاے موت یا قصاص کا قانون موجود ہے، گو پاکستان میں بھی تقریباً چھے سال سے اس پر عمل درآمد رکا ہوا ہے۔

میاں نواز شریف صاحب نے اپنے پیش رو حکمرانوں کی طرح مغرب کی مرعوبیت کی وجہ سے اس قرآنی و نبوی قانون کو تعطل کا شکار بنا رکھا ہے۔ آبادی کے لحاظ سے دیکھا جائے تو ۶۰ فی صد سے زائد عالمی آبادی کے خطوں میں یہ قانون اب تک لاگو ہے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل، یواین او اور دیگر این جی اوز جن کا خمیر مغرب کی تہذیب سے اُٹھا ہے، اس سزا کے خلاف اپنی مہم تیز سے تیز تر کرتے چلے جارہے ہیں اور نہ ماننے والوں پر پابندیاں لگانے کی باتیں بھی ہو رہی ہیں مگر امریکا اور چین جیسے ویٹو پاور رکھنے والے ممالک اور آبادی و وسائل کے لحاظ سے انتہائی طاقت ور اقوام اس کے حق میں نہیں۔ اقوام متحدہ نے جنرل اسمبلی اور سیکورٹی کونسل میں ۲۰۰۷ء، ۲۰۰۸ء اور پھر ۲۰۱۰ء میں سزاے موت کے خاتمے کے لیے قرارداد منظور کیں مگر ان کو بڑی قوتوں نے ویٹو کر دیا۔ یہ عجیب بات ہے کہ ایمنسٹی جو عدل و انصاف کی علَم بردار بنتی ہے، قاتل اور مجرم کی پشت پناہ بنی کھڑی ہے اور مظلوم کے زخموں پر نمک چھڑک رہی ہے۔ آخر ان اداروں کی ایسے معاملات میں ان پالیسیوں کی موجودگی میں کیا اخلاقی حیثیت باقی رہ جاتی ہے۔

جہاں تک مسلمان ممالک اور بالخصوص اسلام کے نام پر وجود میں آنے والی ریاست پاکستان کا تعلّق ہے تو حکمرانوں، پالیسی سازوں اور تمام اہلِ وطن کی خدمت میں ہم نبیِ مہربان صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پیش کرنا چاہتے ہیں: ''حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی پاکؐ نے ارشاد فرمایا: جو شخص خطا اور بھول چوک یا نشانہ بازی میں مارا گیا یا کوڑا لگنے سے قتل ہو گیا تو اس کی دیت قتل خطا والی ہے۔ اور جو عمداً قتل کیا گیا تو قاتل سے اس کا قصاص لیا جائے گا۔ اگر کوئی اس میں رکاوٹ بنتا ہے تو اس پر اللہ کی، اس کے فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے''۔ (ابن ماجہ)

حکمرانو، خدا کے لیے سوچو! اللہ اور اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت کی وعید کچھ کم نہیں۔ کاش! اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان کا دعویٰ کرنے والوں کی آنکھوں سے پٹی اتر جائے!

© rasailojaraid.com